فقہ القرآن والحدیث
مولانا عزیز زبیدی

الاستفتاء

جس طرح عقیقہ کے بارے میں آپ نے بصیرت افروز جواب دیا ہے، ویسے ہی کچھ باتیں "ولیمہ" کی بابت آپ کی توجہ کی طالب ہیں، مفصل نہیں تو کم از کم مندرجہ ذیل امور میں ہماری راہنمائی فرمائیں:

۱ - ولیمہ میں کیا بکرا یا گوشت روٹی ہی کرنا ضروری ہے، کوئی غریب یہ نہ کر سکے تو؟

۲ - ولیمہ میں عموماً بینڈ باجے ہوتے ہیں، کیا اب بھی کوئی شرکت کر سکتا ہے؟

۳ - اس دن اگر کوئی شخص نفلی روزے سے ہو، اس لئے شرکت نہ کرے تو کیا حرج ہے؟

۴ - ولیمہ کرنے کا وقت کیا ہے؟ کچھ لوگ لڑکی کو گھر میں لانے سے بھی پہلے کر لیتے ہیں اور اکثریت گھر میں لا کر رخصتی (مکلاوے) سے پہلے کرتی ہے، صحیح کیا ہے؟

(از ضلع جھنگ، ۱۹ رمئی ۸۵ء)

الجواب واللہ اعلم بالصواب:

۱ - <u>گوشت روٹی اور بکرا:</u>

یہ کچھ ضروری نہیں ہیں۔ حسب استطاعت جتنا اور جیسا کچھ کوئی کر سکتا ہے، اسے اجازت ہے:

"فدعوت المسلمین الی ولیمتہ فما کان فیھا من خبز ولا لحم (بخاری ص ۷۷۵ ج ۲)

قال المنوی: اقل الولیمۃ علی ما ذکرہ الصباغ وغیرہ ـــ للتمکن شاۃ وان لم یتمکن اقتصر علی ما یقدر علیہ (روضۃ ص۳۳۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ ولیمہ میں کھجور اور ستو پیش فرمائے تھے۔

«عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اولم علی صفیۃ بسویق وتمر» (باب فی استحباب الولیمۃ عند النکاح، ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ ص۲۵/۲)

ایک بار آپؐ نے دو مُد (ایک سیر چھ چھٹانک تقریباً) جَو سے ولیمہ کیا تھا:

"اولم النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بعض نسائہ بمدین من شعیر" (بخاری باب من اولم باقل من شاۃ ص۷۷۷/۲، قیل مرسل والصحیح انہ مسند)

ہاں بکرا یا گوشت روٹی کرنا مستحب ہے، کیونکہ آپؐ نے اس کے لئے سفارش فرمائی ہے:

«اَوْلِمْ ولو بشاۃ» (بخاری باب الولیمۃ ولو بشاۃ ص۷۷۷/۲)

اس سے بھی زیادہ کیا جا سکتا ہے:

«قال صاحب المنتقیٰ ابوالبرکات مجد الدین عبد السلام (ف ۶۵۲ھ):

باب استحباب الولیمۃ بالشاۃ فاکثر وجوازھا بدونھا» (المنتقیٰ ص۱۲۹/۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب حضرت صفیہ سے عقد ہوا تھا تو آپ نے "حَیس" (کھجور، پنیر اور گھی کا مرکب) ولیمہ میں دیا تھا:

«واَوْلَمَ بالحیس» (بخاری باب الولیمۃ ولو بشاۃ)

ضروری نہیں کہ سامان سارے خود ہی کئے جائیں بلکہ احباب کے تعاون سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ ان سے کہا جائے، جو کچھ کوئی لا سکتا ہے، کھانے کو لے آئے، پھر اسے ایک دستر خوان پر بیٹھ کر تناول کیا جائے۔

حضرت صفیہ بنت حی سے نکاح فرمایا تو اپنے رفقاء سے یہی کہا، چنانچہ کوئی صاحب پنیر لائے، کوئی کھجور اور کوئی گھی، جس کو ملا کر حیس بنایا گیا اور یہی آپؐ کا ولیمہ تھا:

«قال من کان عندہ شیئ فلیجیٔ بہ قال وبسط نطعا فجعل الرجل یجیٔ بالاقط وجعل الرجل یجیٔ بالتمر وجعل الرجل یجیٔ بالسمن فحاسوا

حیسۃ فکانت ولیمۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ (نسائی باب البناء فی السفر ص۸۲، مسلم باب الصداق ص۴۵۹، طبع قدیمہ)

مسلم شریف میں ہے کہ صحابہؓ حیس کھاتے تھے اور پانی بارش کے چشموں سے پیتے تھے:

”فجعلوا یاکلون من ذالک الحیس ویشربون من حیاض الی جنبھم من ماء السماء“ (مسلم ص۴۵۸)

بعض کمزور روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی شادی پر جو ولیمہ کیا گیا تھا، اس میں کھجور کشمش کھانے کو اور میٹھا پانی پینے کو دیا گیا تھا۔

اسلام کا یہ وہ نظام شادی خانہ آبادی ہے، جس میں دولہا میاں شادی کے مسرفانہ اخراجات کی فکر سے آزاد رہتا ہے اور شادی واقعی خانہ آبادی ثابت ہوتی ہے پھر رفقار صرف شریک شادی نہیں، شریکِ کار بھی ہوتے ہیں۔ غلغلہ بھی ہوجاتا ہے کہ فلاں صاحب کی فلاں سے شادی ہوگئی ہے۔ مگر افسوس اسلام کے اس سادہ نظامِ عروسی کو لوگوں نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی، ورنہ یہ شادی، کل خانہ بربادی کا موجب نہ بنتی اور سر منڈاتے ہی اولے پڑنے والی بات نہ ثابت ہوتی۔

۲۔ شادی اور ولیمہ میں منکرات:

شادی اور ولیمہ میں منکرات، جیسے بینڈ باجے وغیرہ کی موجودگی میں اس کیلئے شرکت جائز ہے جو جاکر ان کو روک سکتا ہے، دوسرے کے لئے نہیں۔ ابوداؤد میں دیہ روایت ابن داستہ) ہے کہ حضرت ابووائل نے ایک دعوتِ ولیمہ میں شرکت کی، لہوولعب اور گانے گائے جارہے تھے، سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ گانے دل میں کوڑھ پیدا کرتے ہیں:

”شھد ابا وائل فی ولیمۃ فجعلوا یلعبون یتلعبون، یغنون فحل ابووائل حبوتہ وقال سمعت عبداللہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول:

ان الغناء ینبت النفاق فی القلب“ (عون المعبود، کتاب الادب، ص۴۳۵)

صحیح یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ یعنی حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ اس

روایت میں ایک شیخ مجہول ہے۔

ایک شخص نے ابن عمرؓ کو شادی پر بلایا، جاکر دیکھا کہ گھر کو چادروں سے سجایا گیا ہے، آپ نے فرمایا،

"کیوں جناب! کعبہ کو کیسے اپنے گھر میں لابسایا ہے؟"

پھر آپ نے ساتھی صحابہ سے فرمایا:

جس کے سامنے جو چادر ہے اس کو "لیراں لیراں" کردو۔"

"روی احمد فی کتاب الزھد من طریق عبد اللّٰہ بن عقبۃ قال دخل ابن عمر بیت رجل دعاہ الی عرس فاذا بیتہ قد ستر بالکرور فقال ابن عمر: "یافلان متیٰ تحولت الکعبۃ فی بیتک؟ ثم قال لنفر معہ من اصحاب محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

لیھتک کل رجل ما یلیہ" (فتح الباری کتاب النکاح، باب ھل یرجع اذا رای منکراً؟ (ص ۲۴۹/۹)

"رأی ابن مسعود (والصحیح ابومسعود- فتح) صورۃ فی البیت فرجع و دعا ابن عمر ابا ایوب فرای فی البیت ستراً علی الجدار فقال ابن عمر غلبنا علیہ النساء، فقال من کنت اخشیٰ علیہ فلم آمن اخشی علیک واللّٰہ لا اطعم لکم طعاماً فرجع" (بخاری باب ھل یرجع اذا رای منکراً"، ص ۲/۷۷۸)

یعنی حضرت ابن مسعود یا ابو مسعود نے گھر میں تصویر دیکھی تو پلٹ گئے۔ اسی طرح حضرت ابو ایوبؓ نے حضرت ابن عمرؓ کے گھر کو چادروں سے آراستہ دیکھا تو گلہ کیا، ابن عمرؓ نے فرمایا، یہ عورتوں کی سینہ زوری ہے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور واپس ہوگئے۔"

حضرت امام ابن حجرؒ (ف ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں، جسے روکنے کی قدرت ہو

شریک ہو ورنہ نا:

" وحاصله ان کان هناك محرم وقدر على ازالته فازاله فلا بأس فان لم يقدر فليرجع " (فتح الباری ص۲۵/۹)

بعض لوگ بینڈ باجے کے سلسلہ میں بعض ایسی روایات سے استدلال کرتے ہیں، جن سے غرض "اعلانِ نکاح" ہے یا سادہ سی تقریب تفریح۔ مگر انہوں نے یہ خیال نہیں فرمایا کہ بہر حال ان سے مراد یہ مسرفانہ اور فنی قسم کا نظامِ موسیقی نہیں ہے۔ جس سے نوخیز نسل برباد ہوتی ہے، جوانوں میں "زنگیلا شاہ" بننے کا روگ سرایت کرتا ہے اور بوڑھے لوگ اپنی سنجیدہ عمر کے برعکس غیر سنجیدہ اندازِ زیست میں مبتلا ہوتے ہیں، سب سے بڑھ کر یہ کہ اسی کی وجہ سے احساسِ آخرت جاتا رہتا ہے اور خدا بھول جاتا ہے، شیطان کا یارانہ مستحکم اور طاغوت کی غلامی کی دھاک بیٹھ جاتی ہے۔

یہ تو وہ منکرات ہیں، جن کا عام چرچا ہے اور وہ معروف و مشہور معصیتیں ہیں حالانکہ ایک ایسی معصیت بھی ہے جو روز مشاہدہ میں آتی ہے مگر اس کا احساس نہیں کیا جاتا۔ وہ یہ کہ دعوتِ ولیمہ میں جن کی خدمت ہونی چاہیئے، وہ بالکل ہی غائب ہوتے ہیں۔ دعوتِ ولیمہ کے اصل شرکار تو غربار ہیں جن کو دھکے دے کر نکال دیا جاتا ہے۔ صرف یا اثر اور اغنیار بلائے جاتے ہیں، حضورؐ نے اس کو سب سے برا کھانا کہا ہے۔

"شر الطعام طعام الوليمة يدعى لها الاغنياء ويترك الفقراء" (باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله، بخاری ص۲/۲)

جہاں یہ سماں طاری ہو، وہاں بھی شرکت سے پرہیز ہی کرنا چاہیئے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

" اذا خص الغنی وترك الفقير امرنا ان لا نجيب " (فتح الباری ص۱۱۵/۹)

(یعنی جب غنی مدعو ہوں اور غریب متروک ہوں تو یہی حکم ہے کہ ان کی دعوت قبول نہ کی جائے۔"

مسلم شریف کے الفاظ اور ہی عبرت آموز ہیں، فرمایا:

"جو آنا چاہتے ہیں ان کو روکتے ہیں اور جو انکار کرتے ہیں (یعنی اغنیاء) ان کو بلاتے ہیں۔"

"شر الطعام طعام الولیمۃ یمنعها من یأتیها ویدعی الیها من یأباها" (مسلم کتاب النکاح)

طبرانی میں اس سے بھی زیادہ پرسوز الفاظ ہیں، فرمایا:

"جو سیر ہیں، جن کا پیٹ بھرا ہے، اس کو تو بلا بلا کر دیتے ہیں اور جو بھوکے ہیں ان کو روک کر رکھتے ہیں:

"شر الطعام طعام الولیمۃ یدعی الیہ الشبعان ویحبس عنہ الجیعان"

(نیل الاوطار ص ۱۵۵/۶ و فتح الباری ص ۲۴۵)

بعض روایات میں "یترک المساکین" (مسلم ص ۴۶۲/۱، فتح ص ۲۴۴/۹) آیا ہے۔

حضرت ابو ہریرۃؓ فرمایا کرتے تھے:

"تم نافرمان ہو، جو نہیں آتے، ان کو بلاتے ہو اور جو آتے ہیں، ان کو بلاتے نہیں ہو:

"انتم العاصون فی الدعوۃ تدعون من لا یأتی وتدعون من یأتی"

(فتح الباری ص ۲۴۵/۹)

یعنی جو دعوت کے ضرورت مند نہیں ان کو تو ہر حال بلاتے ہو اور جو ضرورت مند ہیں ان کی تم پرواہ بھی نہیں کرتے ہو۔

ہاں حسب مراتب اگر ان کے لئے کھانے اور بیٹھنے کا انتظام کر دیا جائے تو بعض صحابہؓ کے فعل سے اس کے لئے گنجائش نکل سکتی ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایسا کیا تھا:

"وقال ابن بطال واذا میز الداعی بین الاغنیاء والفقراء فاطعم کلا علیٰ حدۃ لم یکن بہ باس وقد فعلہ ابن عمر" (فتح الباری ص ۲۴۵/۹)

"انزلوا الناس منازلهم" (حدیث) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ہاں اگر اس سے غرباء ملول خاطر ہوں اور ان کی دل شکنی ہوتی ہو تو احتیاط اسی میں ہے بلکہ حضورؐ کے تعامل کے موافق بھی یہی ہے کہ سب کا ایک ہی جگہ انتظام کیا جائے، جیسا کہ نماز میں ہوتا ہے

پہلی صورت صرف گنجائش کی ہے، دوسری صورت، صورت مسنون ہے، اس لئے راجح یہی ہے۔

جس کی کمائی حرام کی ہو:

علماء نے تصریح کی ہے کہ جن ولیمہ کرنے والے لوگوں کی کمائی کا زیادہ حصہ حرام کی کمائی ہو، اس کی دعوت بھی قبول نہ کی جائے اور اس میں شرکت نہ کی جائے:

"دعاہ من اکثر مالہ حرام، کرہت اجابتہ کما تکرہ معاملتہ، فان علم ان عین الطعام حرام، حرمت اجابتہ" (روضۃ الطالبین . . للامام النووی ص۳۳۷)

ائمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ: اگر فرش ریشمی یا چھتوں اور دیواروں پر جانداروں کی تصویریں ہوں یا پہننے کے کپڑوں اور آویزاں پردوں اور تکیوں کا یہی حال ہو تو یہ بھی منکرات میں شامل ہیں:

قال النووی: "ومن المنکرات فرش الحریر وصور الحیوانات علی السقوف والجدران والثیاب الملبوسۃ والستور المعلقۃ والوسائد الکبار المنصوبۃ" (روضۃ الطالبین ص۳۳۵)

۳۔ روزہ اور دعوتِ ولیمہ:

اس کا مسئلہ یہ ہے کہ دعوت بہرحال قبول کرے اور اس میں شرکت کرے، اگر دعوت دینے والے کی بہت خواہش ہو تو روزہ کھول لے ورنہ نباہ دے اور ان کے لئے دعا کرے کیونکہ حاضری واجب ہے، کھانا واجب نہیں ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے:

"من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ" (بخاری ص۷۷۸/۹)

کہ جس نے دعوت قبول نہ کی، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی!

"اجیبوا ھذہ الدعوۃ اذا دعیتم لھا" (بخاری ص۷۷۸/۹)

جب تمہیں دعوت دی جائے تو اسے قبول کرو۔

حضرت ابن عمرؓ روزے سے ہوتے تو بھی ضرور شرکت فرماتے:

"کان عبد اللہ یأتی الدعوۃ فی العرس وغیر العرس وھو صائم" (بخاری ص۷۷۸/۹)

فرمایا: روزہ نہ ہو تو کھانا کھائیے، روزہ ہو تو دعا فرمائیے:

"فان کان مفطرا فلیطعم وان کان صائما فلیدع" (ابوداؤد)

اگر دو جانب سے دعوت نامے آ جائیں اور اوقات بھی مختلف ہوں تو اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو تو دونوں میں شرکت کرے، نہ کھانا ہو تو نہ کھائے، دعا ہی کرے۔ اور اگر دونوں کا وقت ایک ہو تو پھر جس کا دعوت نامہ پہلے پہنچے، اس کو ترجیح دے اور دوسرے سے معذرت کر دے۔ اسی طرح اگر دونوں ہمسایہ ہوں تو جو قریب تر ہو، اس کو مقدم رکھے:

"اذا اجتمع الداعیان فاجب اقربهما بابا . . . فاذا سبق احدهما فاجب الذی سبق" (احمد، ابوداؤد، منتقی ص۱۵۴)

ہاں اگر صاحب دعوت آپ کی جائز معذرت قبول کر لے تو پھر شرکت نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے:

"اذا اعتذر الی صاحب الدعوة فرضی بتخلفه، زال الوجوب وارتفعت کراهة التخلف" (روضة الطالبین ص۳۳۴)

امام ابن العربی لکھتے ہیں کہ:

"دعوتِ ولیمہ میں شرکت اس وقت واجب ہے جب داعی کی نیت کے سامنے اللہ کی رضا ہو اور ان تمام چیزوں سے پاک ہو جن سے اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں، ورنہ کوئی ضروری نہیں:

"ان اجابة الدعوة واجبة اذا خلصت نیة الداعی للّٰه وخلصت ولیمة عما لا یرضی اللّٰه ولما عدا هذا اسقط الوجوب عن الخلق" (عارضة الاحوذی شرح ترمذی)

"اگر کوئی غیر مسلم ولیمہ پر بلائے تو شرکت سے پرہیز چاہیئے"۔ (روضة الطالبین ص۳۳۴ ج ۷)

اسے اختیار ہے، صرف اپنے رشتہ دار کو شرکت کی دعوت دے یا صرف ہمسایوں یا ہم پیشہ لوگوں کو، اغنیاء اور فقراء کو، یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے، بہر حال اغنیاء کی

تخصیص سے پرہیز لازمی ہے۔

"ان یعم عشیرتہ او جیرانہ او اھل حرفتہ اغنیاءھم وفقراءھم دون ما اذا خص الاغنیاء" (روضة ص۳۳۳)

عشیرہ سے مراد وہ رشتے ہوتے ہیں جو باپ کی طرف سے ہوں لیکن بہتر ہے کہ حسب توفیق ملے جلے ہوں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہؓ کا تعامل رہا ہے۔

. . . ہاں بطور خوشامد، طمع یا تعاون علی الباطل کے جذبہ سے شرکت نہ کرے بلکہ اس سے غرض باہمی میل جول اور مودت میں استحکام ہو، اگرچہ دعوت دینے والا حقیر اور معمولی ہی آدمی ہو:

"ان لایکون احضارہ لخوف منہ او طمع فی جاھہ او لیعاونہ علی الباطل بل تکون للتقرب او التودد" (روضة ص۳۳۴)

لایبعث علی الدعوة الی الطعام الا صدق المحبة وسرور الداعی باکل المدعو من طعامہ والتحبب الیہ بالمؤاکلة وتوکید الذمام معہ بہا فلذلک حض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الاجابة ولو نزر المدعو الیہ" (فتح ص$\frac{246}{9}$)

فما عرس ابو اسید الساعدی دعا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ فما صنع لھم طعاما ولا قربہ الیھم الا امرأتہ ام اسید" (بخاری، باب قیام المرأة علی الرجال فی العرس وخدمتھم بالنفس ص$\frac{777}{2}$)

جب ابو اسید نے شادی کی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کو دعوت دی، تو ان کے لئے کھانا آپ کی بیوی نے ہی تیار کیا اور اسی نے ان کو پیش کیا۔"

روایت میں آتا ہے کہ رات کو ہی کھجوریں برتن میں بھگو دی گئی تھیں، صبح مل چھان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نوش کرنے کو دی گئیں" (ایضاً)

اس سے غرض ان حسرتوں کو بیدار کرنا ہے جو غلط معاشرہ کی وجہ سے اب دب کر

رہ گئی ہیں۔ جب معاشرہ پاک تھا تو دلہن بذات خود بھی مہمانوں کی ضیافت کے سامان کر سکتی تھی، لیکن اب؛ الامان والحفیظ!

حضرت امام عینی لکھتے ہیں کہ یہ تب ہو سکتا ہے جب فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

"فیہ جواز خدمۃ المرأۃ زوجھا ومن یدعوہ عند الامن من الفتنۃ"

(عینی شرح بخاری)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ شرارت کا خوف نہ ہو اور لوازمات پردہ میں بھی فرق نہ آئے، تب ایسا کیا جا سکتا ہے۔

"ولا یخفی ان محل ذالک عند امن الفتنۃ رمراعاۃ ما یجب علیھا من الستر" (فتح الباری، شرح بخاری ص۲۵۱ ج۹)

آج کل دلہن کو اس سے جو الگ رکھا جاتا ہے، وہ اس احتیاط کا نتیجہ نہیں بلکہ اسے اوپرا سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کئی ماہ تک اس سے روٹی ہانڈی پکانے کو بھی نہیں کہا جاتا۔ بہرحال اسلام میں ان تکلفات کا کوئی گزر نہیں ہے۔ یہ باتیں اسلام سے دوری اور مہجوری کا نتیجہ ہیں، لیکن ہمیں ابھی تک اس زیان کا احساس ہی نہیں ہے۔ انا للہ!

بہرحال دعوتِ ولیمہ اگر مسنون طریقہ پر ہو تو شرکت ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ہوں یا حضر میں ولیمہ کبھی ترک نہیں فرمایا۔ یہ ایسی عبادت نہیں ہے جو سفر کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہو؛

"انہ یولم فی السفر کما یولم فی الحضر ولیست من القربات التی یؤثر السفر فی اسقاطھا" (عارضۃ الاحوذی، شرح الترمذی لابن العربی)

۴۔ وقتِ ولیمہ:

اس میں اختلاف ہے، کچھ بزرگوں کا خیال ہے کہ جب "عقدِ نکاح" ہو، اس وقت کیا جائے، کچھ حضرات فرماتے ہیں گھر میں لانے کے بعد کیا جائے یا یہ کہ عقد سے لے کر رخصتی کا سارا دور ہی ولیمہ کا وقت ہے؟

"وقد اختلف السلف فی وقتها هل هو عند العقد او عقبه او عند الدخول او عقبه او موسع من ابتداء العقد الی انتهاء الدخول (فتح الباری ص۲۳۰ ج۹)

امام ابن العربی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ دلہن کو گھر میں لانے کے بعد کیا جائے:

"السنة فی الولیمة ان تکون بعد البناء وطعام ما قبل البناء لا یقال له ولیمة عربیة" (عارضة الاحوذی شرح ترمذی)

شرح مسلم میں امام نووی نے مالکیہ کا مذہب خلوت صحیحہ کے بعد بیان کیا ہے:

"وحکی القاضی ان الاصح عند مالک وغیره انه یستحب فعلها بعد الدخول" (شرح مسلم للنووی ص۴۵۸ ج۱، طبع نول کشور مطبوعہ ۱۲۸۵ھ)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

بعض مالکیہ کا مسلک ہے کہ گھر میں لانے کے بعد ولیمہ کیا جائے، بعد خلوت صحیحہ، اور یہی آج کل رواج ہے:

"واستحب بعض المالکیة ان تکون عند البناء ویقع الدخول عقبها وعلیه عمل الیوم" (فتح الباری ص۲۳۱ ج۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ بعد از خلوت صحیحہ کیا تھا، ابن حجرؒ نے ایک قول نقل کیا ہے:

"قال والمنقول من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم انها بعد الدخول" (فتح ص۲۳۱ ج۹)

"فدل علی انها عند الدخول او بعده" (فتح ص۲۳۱ ج۹)

باقی رہی یہ بات کہ ولیمہ کتنے دن ہو سکتا ہے؛ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ ہے کہ اس کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے، سات آٹھ دن تک کیا جا سکتا ہے:

"باب حق اجابة الولیمة والدعوة ومن اولم سبعة ایام ونحوه ولم یوقت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوما او یومین" (بخاری ص۷۷۷ ج۲)

حضرت حفصہ بنت سیرین سے روایت ہے کہ جب میرے والد کی شادی ہوئی

تو سات دن تک صحابہؓ کو بلاتے رہے تھے جس دن انصار کی باری تھی تو حضرت ابیؓ بن کعب اور زیدؓ بن ثابت وغیرہ کو بھی بلایا جو انہوں نے قبول فرمائی تھی:

"قالت لما تزوج ابی دعا الصحابۃ سبعۃ ایام فلما کان یوم الانصار دعا ابی بن کعب و زید بن ثابت وغیرھما فکان ابی صائما فلما طعموا دعا ابی" (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ص ۱۴۲/۲) "وفی روایۃ عبد الرزاق ثمانیۃ ایام" (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ص ۱۴۲/۲)

"قال ابن سیرین عن ابیہ انہ لما بنی باھلہ اولم سبعۃ ایام فدعا فی ذالک ابی بن کعب فاجابہ" (فتح ص ۲۴۳/۹)

حضورؐ نے تین دن تک ولیمہ کیا تھا:

تزوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفیۃ . . . وجعل الولیمۃ ثلاثۃ ایام اخرجہ ابو یعلی بسند حسن" (فتح ص ۲۴۳/۹ الی الزھیر)

بعض روایات میں تیسرا دن ریار و سمعہ کا دن قرار دیا گیا ہے لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کی تضعیف فرمائی:

"لا یصح اسنادہ ولا یصح لہ صحبۃ" (فتح ص ۲۴۳/۹)

بہرحال ابن حجر نے کثرت طرق کی بنا پر کہا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے:

"فمجموعھا یدل علی ان للحدیث اصلاً" (فتح ص ۲۴۳/۹)

سعید بن المسیب کا فعل نقل کیا ہے کہ دو دن تو جاتے رہے، تیسرے دن انکار کر دیا تھا۔ (فتح ایضاً)

حافظ ابن حجر کی رائے وزنی ہوتی ہے لیکن یہاں راقم الحروف کو اطمینان نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات کثرت طرق زیادہ ہی ضعف کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ صحابہ کا تعامل بھی اس روایت کے خلاف ہے بلکہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فعل بھی اس کے مخالف ہے۔ ہاں اگر ریار و سمعہ کا شبہ یقینی ہو تو پھر اس کا بائیکاٹ بہتر ہے لیکن یہ کیفیت اگر پہلے دن بھی نظر آئے تو اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔ تیسرے دن کی قید کا کچھ فائدہ نہیں!

روایت زہیر دراصل یہ بتاتی ہے کہ جو تین دن تک طول دیتا ہے، وہ اس امر کی نشانی ہے کہ وہ ریاکار ہے۔ اگر قرائن اس پر دال ہوں تو ٹھیک ہے۔ اگر قرائن اسکے برعکس ہوں تو پھر اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہونا چاہیئے۔

"فیمکن حمل ما وقع من السلف من الزیادۃ علی الیومین عند الامن من ذالک وانما اطلق ذالک علی الثالث لکونہ الغالب" (فتح ۲۴۳/۹)

مالکیوں کا مذہب ہے کہ اگر کوئی خوشحال ہو تو وہ سات دن تک ضیافت ولیمہ کرے:

"واستحب اصحاب مالک للموسر کونھا اسبوعا" (نووی ص ۴۵۵/۱)

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ استنے دن ولیمہ میں لوگوں کو مکرر بھی بلا سکتا ہے یا نیا گروہ آنا چاہیئے؟ عمرانی اور رویانی کا خیال ہے، مکرر بلانا مکروہ ہے:

"انما تکرہ اذا کان المدعو فی الثالث ھو المدعو فی الاول وکذا صورہ الرویانی واستبعدہ بعض المتاخرین ولیس ببعید لان اطلاق کونہ ریاء وسمعۃ یشعر بان ذالک صنع للمباھات واذا کثر الناس فدعا فی کل یوم فرقۃ لم یکن ذالک مباھاۃ غالبا" (فتح ص ۲۴۳/۹)

امام سیرین لوگوں کو باری باری بلاتے تھے جیسا کہ آیا ہے:

"فلما کان یوم الانصار" (تحفۃ الاحوذی ص ۱۷۴/۲)

ولیمہ رب کا شکریہ، غریبوں کی خدمت اور ایک تقریب کے سلسلے کی ایک اجتماعی تقریب سرور ہے۔ اس لئے ولیمہ جتنے دن کوئی کر سکتا ہے، گنجائش ہے۔ ضرورت ہو تو مکرر بھی لوگوں کو بلا سکتا ہے، احتیاج کی بنا پر بھی یا دوستی کی وجہ سے بھی۔ اگر نئے سے نئے گروپ کی خدمت کرنے کا جذبہ ہو تو بھی مبارک!

اب آپ حضرات خود غور فرمائیں کہ صرف ولیمہ کے سلسلے کی کتنی سنتیں غائب ہو چلی ہیں، کتنے منکرات ہیں جو جنم لے رہے ہیں۔ . . اور اب ہم کہاں سے کہاں پہنچ رہے ہیں!

(واللہ اعلم بالصواب)